SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:2 (2024) PAGE NO: 152-157
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: Khadija Qureshi, & Dr. Saeed Ahmad. (2024). "Proposed Islamic Solutions to the Social Issues Faced by Women in Azad Kashmir": کشمیر میں خواتین کو درپیش سماجی مسائل کا مجوزہ اسلامی حل"". *Shnakhat*, *3*(2). Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/288

"Proposed Islamic Solutions to the Social Issues Faced by Women in Azad Kashmir"

Khadija Qureshi **Dr. Saeed Ahmad**

MS Islamic Studies Scholar HITEC University Taxila Lecturer, Department of Islamic studies, HITEC
University, Taxila Cantt at-saeed.ahmad@hitecuni.edu.pk

"In Azad Kashmir, women encounter various societal challenges that hinder their socio-economic progress. This article delves into the underlying causes of these challenges and proposes viable solutions. By examining the prevalent social issues faced by women in Azad Kashmir, such as limited access to education, healthcare disparities, gender-based violence, and economic marginalization, this study aims to shed light on the multifaceted nature of these problems. Furthermore, it explores the cultural, economic, and political factors contributing to these challenges. Drawing upon Islamic principles and values, the article presents a framework for addressing these issues in a holistic manner, emphasizing empowerment, education, healthcare accessibility, legal protection, and economic opportunities for women. Through this comprehensive analysis, it seeks to contribute to the ongoing discourse on women's rights and socio-economic development in Azad Kashmir."

Keyword: Azad Kashmir, women, societal, holistic, challenges, comprehensive, socio-economic, opportunities.

خطہ آزاد کشمیر کا تعارف:

یہ علاقہ کشمیر کے نام سے کب اور کیسے موسوم ہوا، اس بارے میں مؤرخین میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ کسی نے اس کو "کاش" اور "میر" کا مرکب مانا، تو کسی نے یہ لفظ "کشب میر" سے نکلا ہوا مانا۔[1] کئی مؤرخین کے مطابق دریاؤں اور چشموں کی وجہ سے اس علاقہ کو کاشمیر کہا گیا، جو بعد میں کثرِ استعمال سے "کشمیر" بن گیا۔ ایک مؤرخ کے مطابق لفظ کشمیر میں ملک شام کے ساتھ مشابہت دی ہے[ii]۔ الغرض مؤرخین کسی ایک متفقہ نقطے تک نہیں پہنچے۔ البتہ اس بات پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ یہ خطہ کئی ہزار سال کی تاریخ رکھتا ہے۔[iii]

1947 میں جب انگریز کو برصغیر سے ایک تحریک کے بعد نکالا گیا تو ریاست جموں و کشمیر کے تین حصوں میں منقسم ہوا، یہ ریاست 84471 مربع میل کے رقبہ پر محیط تھی۔ انڈیا کے پاس 55 فیصد، چین کے پاس 15 فیصد اور پاکستان کے پاس 30 فیصد علاقہ ہے، آزاد کشمیر وہ خطہ ہے جو پاکستان کے پاس ہے جو شمالی حصے میں واقع ہے۔ پاکستان

کے پاس موجود آزاد کشمیر کا کل رقبہ تقریباً (5،135) مربع میل ہے۔اس کا ایک طرف چین سے چار سو پچاس میل لمبی سرحد ملتی ہے اور اس کی سرحدیں گلگت بلتستان سے بھی ملتی ہیں۔علاوہ ازیں، اس کی ریاستی سرحدیں تبت اور افغانستان سے بھی جڑتی ہیں۔آزاد کشمیر کا تین چوتھائی حصہ پاکستان کے ساتھ منسلک ہے۔البتہ، اس کا بھارت کے ساتھ رابطہ صرف ایک تنگ اور مشکل راستہ کے ذریعے ہے، جو برفباری کی وجہ سے عموماً بند ہو جاتا ہے[iv]۔ یہ علاقہ 33 درجہ عرض اور 105 درجہ طول پر واقع ہے۔ریاست جموں و کشمیر اپنی قدیم تاریخ، بے پناہ حسن و خوبصورتی، دریاؤں اور چشموں، اپنے باغات اور بہترین موسم کی وجہ سے پوری دنیا میں مشہور ہے۔اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اسے "جنت کی نظیر" بھی کہا جاتا ہے۔[v]

آزاد کشمیر کی خواتین کے سماجی مسائل

آزاد کشمیر ایک اسلامی معاشرہ ہے جس کی اپنی اخلاقی اور روحانی اقدار ہیں۔اسلام اپنے اقدار و عوامل کی روشنی میں پوری کائنات کے لیے ایک رحمت ہے، اس دین نے جس طرح عرب جیسی قوم کو مہذب بنایا جہاں خواتین کے حقوق کی پاسداری کا تصور تک نہیں تھا، اس نے محروم عورتوں کے حقوق کی دفاع کی۔ چنانچہ اس خطہ کو آزادی دلانے کے لیے مسلمانوں نے بے شمار قربانیاں دیں جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی صورت میں یہ ملک عطا کیا۔اس ملک کو اسلامی بنیادوں پر استوار کیا گیا، اسی طرح جموں و کشمیر کے ایک آزاد ریاست کی قیام کی کوشش کی، جو آزاد کشمیر کی صورت میں ملک پاکستان کے پاس ہے۔اس خطہ کی اپنی ایک دردناک تاریخ ہے۔آزاد جموں و کشمیر کی ریاست کے قیام کے بعد یہاں کے باشندوں بشمول خواتین کے مسائل کے حل کے لیے مختلف قسم کے قوانین بنائے گئے ہیں۔آزاد جموں و کشمیر کی حکومت نے عورتوں کے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے قانون سازی کو پہلے ہی سے مدنظر رکھا ہے، لیکن اس معاشرے کو اب بھی بہت سارے مسائل کا سامنا ہے۔اس مختصر مقالہ میں خواتین کے سماجی مسائل اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کے حل کی کوشش کی گئی ہے۔

وٹہ سٹہ

کشمیری روایات کے مطابق، جب ایک شخص دوسرے شخص کو اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ دیتا ہے اور اس شرط پر موافقت کرتا ہے کہ وہ بھی اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ اُس شخص کے ساتھ کرے گا، تو اس عمل کو "ادلہ بدلہ" یا "وٹہ سٹہ" کہا جاتا ہے۔[vi]

وٹہ سٹہ کی یہ رسم مختلف علاقوں میں پائی جاتی ہے، اور کئی جگہوں پر تو اس کی خوبیاں بھی بیان کی جاتی ہیں کہ دو طرفہ رشتہ ہونے کی وجہ سے عورت پر ظلم و تشدد نہیں ہو گا اور طلاق تک نوبت بھی نہیں آئے گی کیونکہ اسے خیال ہو گا کہ اس کے اقدامِ طلاق کی وجہ سے اس کی بیٹی، بہن کو بھی طلاق دی جاسکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ عام طور پر لوگ اس کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن زیادہ تر ان شادیوں پر لڑکیوں کی رائے کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہوتی، اور اگر لڑکیاں انکار کرنا چاہیں تو خاندان کی عزت کا مسئلہ بن جاتا ہے۔اسی وجہ سے جب عصر حاضر میں وقت کے ساتھ ساتھ اس رشتہ کی خامیاں سامنے آنی شروع ہوئیں تو اس کو ایک سنجیدہ سماجی مسئلہ شمار کیا جانے لگا۔شادی کے بعد میاں بیوی کے مزاج ملنے میں مختلف دشواریاں پیش آتی ہیں، پھر بعض اوقات اگر وٹہ سٹہ میں کہیں ایک طرف کا رشتہ چل نہیں پاتا اور نوبت طلاق تک پہنچ جائے تو دوسری جانب کو بھی خاندان کی طرف سے دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اسے بھی طلاق پر مجبور کیا جاتا ہے اگرچہ ان کا گھر آپس میں بہترین طریقے سے چل رہا ہو۔اسی طرح ایک جانب سے کسی بھی وجہ سے عورت پر ظلم و زیادتی کا نشانہ بنایا جائے تو اس کے جواب میں دوسری جانب عورت اسی رویہ کی حق دار قرار پاتی ہے، نیز اکثر مواقع میں، والدین کے غلط فیصلوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیٹیاں عمر بھر ناخوشحال حالات کا سامنا کرتی ہیں۔اس عدم فیصلہ و قرار داد سے گھرانہ تباہ ہوتا ہے اور طلاق کی شرح میں اضافہ دیکھا جاتا ہے۔"لہذا ان مفاسد کو دیکھتے ہوئے بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جن خرابیوں کو دور کرنے کے لیے وٹہ سٹہ کے رشتہ کی طرف طرف جایا جاتا ہے وہ اس کو تحفظ فراہم کرنے سے قاصر ہے۔ان مفاسد کو دیکھتے ہوئے امام مالکؒ کے نزدیک مہر مقرر کرنے کے بعد بھی نکاح قابل فسخ ہے کیونکہ ان میں ہر ایک نکاح دوسرے پر موقوف ہے[vii]۔

ضروری ہے کہ ان مفاسد کی روک تھام کی جائے اور اپنے ذاتی اور خاندانی مفادات کے بجائے لڑکیوں کے مفادات کو مقدم رکھتے ہوئے رشتوں کے معاملات میں ان کی رضامندگی کو ترجیح دی جائے، اس بارے میں اسلام کی ازلی و ابدلی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا از حد ضروری ہے، کیونکہ ان احکام پر عمل بے شمار دنیوی و اخروی فوائد کے حصول کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ دنیوی و اخروی مفاسد سے بچاؤ کا ذریعہ بھی ہے۔

وراثت سے محرومی

آزاد کشمیر کے سماج میں یہ روایت بری طرح سرایت کر چکی ہے کہ اس میں خواتین کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا، اور سماجی طور پر خواتین کا حصہ لینا اچھا بھی نہیں سمجھا جاتا۔ اور یہ سماجی راویت نسلوں سے چلی آرہی ہے۔ سماجی روایات وہ عام آموزشی اور عملی اصول ہیں جو کسی خاص سماج یا معاشرت میں قبول و امتیاز کیے جاتے ہیں۔ ان روایات میں عام طور پر سماجی عدالت، ثقافت، اخلاقیات، اور روایات شامل ہوتے ہیں۔ ان روایات کے مجموعہ کیسی بھی جماعت یا معاشرت کی طرز عمل، قوانین اور معیارات کو شکل دیتا ہے اور اسی طرح ان کی تبدیلی یا اصلاح سماجی ترقی اور ترقی کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ سماجی روایات عام طور پر پرانی نسلوں سے ایک نسل سے منتقل ہوتی ہیں، جو لوگوں کی سوچ اور عمل کو موازنہ کرنے میں اہمیت رکھتی ہیں۔ ان کا تاثر سماجی اور سیاسی نظامات پر بھی ہوتا ہے اور ان کی تبدیلی عموماً وقت لینے والی اور مشکل ہوتی ہے۔ آزاد کشمیر ایک مسلم اکثریت والا خطہ ہے تاہم وراثت پر اسلامی قوانین پر عمل نہیں کیا جاتا، اسی طرح آزاد جموں و کشمیر کے ریاستی قوانین بھی خواتین کو حقِ وراثت دینے کی حمایت کرتے ہیں، تاہم اس کے باوجود اس بارے میں ان قوانین پر بھی کوئی عمل کرنے کو تیار نہیں، معاشرے میں ایسی مثال خال ہی دستیاب ہوں گی جس میں کسی خاتون کو اس جائز حق ملا بغیر مطالبہ اور ناراضگی و خفگی کے بغیر ملا ہو۔ اس وجہ سے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے 90 فی صد خواتین کو ان کا وراثت میں جائز حق نہیں ملتا۔ لہذا یہ مسئلہ آزاد کشمیر کے سماج میں خواتین کا ایک اہم اور بڑا مسئلہ بن کر ابھرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے قرار دیا ہے کہ خواتین کو وراثتی جائیداد سے محروم کرنے والا ہر خاندانی فیصلہ کالعدم ہوگا۔ کسی صورت میں عورت کو جائیداد سے محروم نہ کیا جاسکتا ہے۔[viii]

اسلام سے پہلے بھی یہی صورتحال تھی جس کو اسلام نے بہترین طریقے سے حل کیا، اسلام نے خواتین کو حقوق فراہم کر کے معاشرت میں انہیں باعزت شہری بنایا ہے۔ ان حقوق میں سے میراث کا بھی حق شامل ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، عورت کو میراث میں حصہ دینے کا حکم دیا گیا ہے، جس سے عورت کی بڑی تکریم اور احترام ظاہر ہوتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کو میراث سے محروم کیا جاتا تھا، بلکہ وہ خود میراث کے سامان تھیں، جیسا کہ قرآن کریم نے اس کی صراحت کی ہے:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ"[ix]

'ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو'۔"

ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس عمل سے اللہ اور اس کے رسول ناراض ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت میں ناحق مال کھانے والوں کے بارے میں سخت وعید آئی ہیں۔

جبری نکاح:

جبری شادی وہ شادی ہوتی ہے جب کسی لڑکے یا لڑکی کو ان کی رضاکارانہ رضامندی کے بغیر، یعنی ان کی مرضی کے خلاف، نکاح کرایا جاتا ہے۔ یعنی اگر کسی کو زبردستی یا دباؤ کی وجہ سے نکاح کرانا پڑے، یا اگر ان کو بغیر مرضی کے نکاح میں مجبور کیا جائے، تو وہ شادی جبری اور غیر اختیاری ہوتی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں جبری شادی کو ایک معنوی یا جسمانی طور پر دباؤ کی وجہ سے منعقد شدہ نکاح جبری نکاح تصور کیا جاتا ہے۔[x] آزاد کشمیر کے سماج میں یہ روایت بھی بری طرح معاشرے میں سرایت کر چکی ہے، اس میں اکثر طور پر لڑکیوں کو شادیوں کو مجبور کیا جاتا ہے، اور عورت کو اپنے نکاح و شادی کے معاملہ میں آزادانہ فیصلہ نہیں کرنا دیا جاتا چنانچہ اس حوالے سے فقہا کرام کی تصریحات رکھنا ضروری ہے جس میں جبری شادی اور نکاح کے مسئلہ کو اجاگر کیا گیا ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"(ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح) لانقطاع الولایة بالبلوغ"[xi]

کہ باکرہ بالغہ کو نکاح کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا، کیونکہ بلوغت کی وجہ سے ان پر حاصل ولایت کا اختتام ہو چکا ہوتا ہے۔ اس سے متعلق ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ اگر کوئی خاتون خود بغیر کفو کے نکاح کر لیتی ہے، تو اس صورت میں اس کا ولی اختیار حاصل کرتا ہے کہ نکاح کو ختم کرے، اور اس کی صورت میں وہ عدالت میں اپنا معاملہ دائر کر سکتا ہے۔ اسی طرح، امام محمد شیبانیؒ کے مطابق اگر کوئی عورت غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہے، تو اس معاملے کو امام کے پاس لے جایا جائے، جہاں ان کا تفریق کر دیا جائے گا[xii]۔ اسی طرح، امام ابن العربیؒ نے بھی غیر کفو میں نکاح پر بحث کی ہے اور اس معاملے پر اجماع کی بات کی ہے کہ ایسا نکاح منعقد نہیں ہوتا، کیونکہ کفو کے ترک میں ان ولیوں کے لئے شرمندگی ہوتی ہے اور اس

معاملے میں امت کا اتفاق ہوتا ہے۔"[xiii]جبری شادی کے عواقب اور انجامات بہت تکلیف دہ اور زیادہ ناخوشگوار ہوتے ہیں۔ یہ نا صرف انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے بلکہ انسانی جیون کی تشویشناک حالت پیدا کرتی ہے۔ جسمانی اور دل کی تکلیف: جبری شادی کے زیادہ تر متاثرین کو جسمانی اور ذہنی دکھ اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کی جسمانی، ذہنی، اور روحانی صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ لہذا فقہا کرام کی تصریحات کے مطابق اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے تا کہ معاشرے میں اس برائی کا سد باب ہو جائے۔

طلاق کی کثرت

آزاد کشمیر میں خواتین کو درپیش مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ "طلاق" بھی ہے۔ اگرچہ بعض اوقات طلاق ایک ناگزیر حالت بن جاتی ہے اور اس کو نظرانداز کیا جاسکتا ہے، لیکن مجموعی طور پر یہ مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ تاہم، حالیہ عرصے میں صورتحال خطرناک حد تک بگڑ چکی ہے، کیونکہ گھروں کے ٹوٹنے اور بننے کی رفتار تقریباً برابر ہو چکی ہے۔ آزاد کشمیر کی سماجی صورتحال میں طلاق کے اسباب کا جائزہ لینے سے یہ بات کافی حد تک درست معلوم ہوتی ہے کہ مرد تو طلاق کے تین الفاظ ادا کر کے الگ ہو جاتا ہے، لیکن عورت کے لئے یہ ایک انتہائی مشکل صورتحال بن جاتی ہے۔ طلاق کے بعد مطلقہ خواتین کو سماجی مسائل، تلخ تجربات، قانونی پیچیدگیوں، مالی مشکلات، جسمانی تکالیف، نفسیاتی اور جذباتی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ان اور ان کے خاندان کے لئے ناقابل فراموش بدترین سانحہ بن جاتے ہیں۔ طلاق کے بعد، عورت اپنے گھر کے ٹوٹنے کے باعث پہلے ہی ایک مشکل اور تکلیف دہ دور سے گزر رہی ہوتی ہے، جس میں وہ جذباتی، نفسیاتی اور جسمانی طور پر شدید دباؤ کا شکار ہوتی ہے۔ اس کے باوجود، جب اسے اپنے حقوق کے حصول کے لیے یا اپنی حفاظت کے لیے قانونی چارہ جوئی کا راستہ اپنانا پڑتا ہے، تو یہ صورت حال اور بھی پیچیدہ اور تکلیف دہ بن جاتی ہے۔ قانونی چارہ جوئی کا یہ عمل لڑکی اور اس کے والدین کے لیے طلاق کے صدمے سے بھی زیادہ مشکل اور ناقابل برداشت بن جاتا ہے، کیونکہ انہیں نہ صرف معاشرتی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ مالی، قانونی اور جذباتی مشکلات سے بھی نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ یہ صورتحال طلاق کے بعد کی مشکلات کو مزید بڑھا دیتی ہے، اور مطلقہ عورت اور اس کے خاندان کے لیے یہ ایک ناقابل تلافی جرم کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

عدالت تک دادرسی اور قانونی تقاضے پورے کرنے کے لیے عورت کو بے شمار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو کہ ایک انتہائی تکلیف دہ عمل ہے۔ طلاق کے بعد، جب عورت اپنے حقوق کے حصول کے لیے قانونی چارہ جوئی کا راستہ اختیار کرتی ہے، تو اسے مختلف قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سب سے پہلے، اسے قانونی نظام کی پیچیدگیوں کو سمجھنے اور ان سے نمٹنے کی ضرورت ہوتی ہے، جو اکثر ایک عام فرد کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ پھر، قانونی کارروائیوں کے دوران اسے عدالت میں پیش ہونا پڑتا ہے، جہاں وہ اپنے حق میں دلائل دینے اور ثبوت فراہم کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد کرتی ہے۔ یہ عمل نہ صرف وقت طلب ہوتا ہے بلکہ مالی بوجھ بھی ڈالتا ہے، کیونکہ قانونی فیسیں اور دیگر اخراجات پورے کرنا ایک بڑی چیلنج بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ، سماجی دباؤ اور خاندان کی جانب سے ہونے والے تنقید کا سامنا بھی عورت کے لیے ذہنی اور جذباتی طور پر تھکا دینے والا ہوتا ہے۔ اسے اپنے دفاع میں اور اپنے حقوق کے لیے لڑنے کے دوران، معاشرتی تنہائی اور بدنامی کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ سب عوامل مل کر اسے ایک انتہائی تکلیف دہ اور مشکل صورتحال سے دوچار کر دیتے ہیں، جس میں اس کی جسمانی، ذہنی اور جذباتی صحت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی سنہ 2019 میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان و آزاد کشمیر میں طلاق کے معاملات گذشتہ دو دہائیوں میں دگنا ہو گئے ہیں۔[xiv]ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام الناس میں طلاق کے بارے میں شعور دیا جائے کہ ایک ناگزیر آپشن ہے، اسے عمومی استعمال میں نہ لایا جائے۔ نیز طلاق کے آپشن کو آخری آپشن کے طور پر لیا جائے نہ کہ پہلے آپشن کے طور پر اس کا رکھنا۔

مشترک خاندانی نظام

آزاد کشمیر میں زیادہ تر گھرانوں میں مشترکہ خاندانی نظام موجود ہے۔ جہاں ایک ہی گھر میں تایا، چاچا اور دادا کی فیملیز مل جُل کر رہتی ہیں۔ مشترکہ خاندانی نظام کو جوائنٹ فیملی سسٹم کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ برصغیر کا حسن سمجھا جانے والا یہ خوبصورت نظام اپنی بعض خرابیوں کی وجہ سے اس کی خوبصورتی کو کھا رہا ہے، اس مشترکہ خاندانی نظام کا نتیجہ ان دو پہلوان کے درمیان بالترتیب مختلف ہوتا ہے۔ اقتصادی مدد اور اجتماعی حمایت: یہ نظام افراد کو اقتصادی مدد فراہم کرتا ہے، اور ان کی اجتماعی حمایت بھی مضبوط کرتا ہے۔ افراد ایک دوسرے کے ساتھ مدد اور حمایت کرتے ہیں جو ان کے لئے اہم ہوتا ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ مشترکہ خاندانی نظام کی بنا پر افراد کی شخصیت کی خصوصیت کم ہو جاتی ہے، اور ان

کے درمیان اختلافات اور جھگڑے بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ خاندانی بنیادوں کی مضبوطی، یہ نظام خاندانی بنیادوں کی مضبوطی کا باعث بھی بن سکتا ہے، لیکن اس کے ساتھ افراد کی آزادی کی شدت کو بھی ضرور دیکھا جانا چاہیئے۔ بنیادی طور پر، مشترکہ خاندانی نظام کی خوبیاں اور خرابیاں افراد کی شناخت، معاشرتی موقف، اور خاندانی موقف پر منحصر ہوتی ہیں۔ اس نظام کی بنا پر احتمال ہوتا ہے کہ ایک خاندانی نظام ایک خاندان کے لئے بہترین ہو، جبکہ دوسرے خاندان کے لئے ناقابل قبول ہو سکتا ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام سے سب سے زیادہ شکایت یہ رہی ہے کہ اس میں افراد کی پرائیویسی کا خیال نہیں رکھا جاتا، نیز ساس بہو کی لڑائی بھی اسی وجہ سے ایک ضرب المثل بنی ہوئی ہے۔[xv] اس نوعیت کی غیر معقولانہ روایتوں کی وجہ سے عورتوں کو بے اعتدالی اور ناانصافی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی روایتیں معاشرتی ترقی اور انسانی حقوق کے موافق نہیں ہوتیں۔ یہاں ساس، سسر، دیور، جیٹھ کی خدمت میں لگادی جانے والی لڑکیوں کو ان کے حقوق کے بارے میں آگاہ کرنا ضروری ہے۔ انہیں ان کے حقوق کی حفاظت کے لئے اپنی زندگی کی تعلیم دینی چاہیئے، اور ان کو اپنی خواہشات اور خوشیوں کے لئے ذمہ دار نہ سمجھنا چاہیئے۔ عورتوں کو انصاف اور برابری کے حقوق کی حفاظت کے لئے زیادہ سے زیادہ حمایت دینی چاہیئے، اور ان کو خود کے اختیارات کا احترام دینا چاہیئے۔

بیوہ طلاق یافتہ خواتین کے رشتے کے مسائل

جنوبی ایشیا کے کئی ممالک بشمول پاکستان اور آزاد جموں وکشمیر میں خواتین کے لیے اپنی مشکلات کے حل میں طلاق لینا قابل قبول نہیں سمجھا جاتا جس کی وجہ سے خواتین کو اکثر ساری زندگی بدسلوکی اور ذہنی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ معاشرہ اکثر شادی کی ناکامی کا ذمہ دار خواتین کو ٹھہراتا ہے، جس سے ان کے لیے دوبارہ شادی کرنا مزید مشکل ہو جاتا ہے۔ مطلقہ خواتین کی دوبارہ شادی کرنے کی خواہش نے ایک نیا معمول قائم کیا ہے، لیکن اس عمل کے ساتھ ساتھ ان کی مشکلات اور پریشانیاں بھی اضافہ ہو گئی ہیں۔ مطلقہ خواتین کو سماجی دباؤ اور انتقالی نظام کی بنا پر دوبارہ رشتہ کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ رشتہ داروں کی رضامندی، عورت کی دوبارہ شادی کرنے کی رضامندی حاصل کرنا اکثر مشکل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ اگر مطلقہ کے بچے ہوں تو ان کو اپنے بچوں کی فکر بھی ہوتی ہے، ان کے بچوں کی تربیت اور مستقبل کی فکر بھی ایک بڑی مسئلہ ہوتی ہے، جس کی بنا پر وہ شادی کرنے سے پیچھے ہٹ جاتی ہیں۔ اسی طرح بیوہ خاتون سے نکاح کو بھی معاشرے میں معیوب سمجھا جاتا ہے، بیوہ کو منحوس خیال کیا جاتا ہے، اور اسے عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ اس کی موجودگی کی وجہ سے نحوستی اور بدقسمتی آئی ہے۔ اسکو سبز قدم قرار دیا جاتا ہے، یعنی اس کو معاشرتی طور پر رد کر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ انسانیت کے اصولوں کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ اسکے سسرال والے اسکے شوہر کے مرنے کا سبب اسی کو قرار دیتے ہیں، جو کہ ایک ناانصاف اور غیر انسانی سوچ کا عکس ہے۔ یہ تمام افعال اور رویئے ایک بیوہ کی زندگی کو اور بھی مشکل بناتے ہیں اور انہیں اظہارِ روح کی احترام وادب کی بجائے ان کی قدر کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے سوچ اور عمل کرنے والے لوگوں کو انسانیت اور اخلاقیت کی بنیادوں پر دوبارہ سوچنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ایک معاشرتی تناظر میں عورتوں کو ان کے حقوق اور احترام کا مستحق معاشرتی درجہ دیا جا سکے۔[xvi]

نتائج

آزاد کشمیر کے معاشرے میں خواتین کو چند درپیش چند اہم مسائل کی نشان دہی اس آرٹیکل میں کی گئی ہے، اسلامی تعلیمات کے مطابق، اسلامی قوانین میں ترمیم کی جائے تاکہ جبری شادی، وٹہ سٹہ، اور طلاق کی کثرت جیسے مسائل کے حل کے لئے قانونی فریم ورک فراہم کیا جاسکے جو انصاف کو یقینی بناتا ہو۔ اسلامی تعلیمات میں معاشی انصاف کا اہم کردار ہے۔ اسلامی معاشی نظام میں خواتین کو انصافی حصہ دینا اور ان کے معاشی توانائی کو بہتر بنانا ضروری ہے۔ اسلامی تعلیمات میں خواتین کو تعلیم وتربیت کے حوالے سے بھی اہمیت دی جاتی ہے۔ ان کو علم اور تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ اپنی قدرتی صلاحیتوں کو بہتر طریقے سے استعمال کر سکیں۔ اسلامی نظام میں خاندانی امن اور اتحاد کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ خاندانی امن کو بحفاظت رکھنا، خواتین کے حقوق کی حفاظت کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اسلامی روایات میں احترام وامانت داری کی اہمیت کو بہت زیادہ دی گئی ہے۔ خواتین کو ان کے حقوق کی حفاظت کے لئے احترام دینا اور ان کے ساتھ امانت داری سے پیش آنا ضروری ہے۔ نیز حکومت کو جبری شادی، وٹہ سٹہ، طلاق کی کثرت، اور دیگر خواتین کے ساتھ ظلم اور بے انصافی کے مسائل کے حل کے لئے فوری قانونی اقدامات اٹھانے چاہیئے۔ قوانین کو مزید بہتر بنایا جائے تاکہ خواتین کو انصاف کے ساتھ داد دی جا سکے۔ عدالتی نظام کو بہتر بنایا جائے تاکہ خواتین کو ان کے حقوق کے لئے آسان دسترس فراہم کیا جاسکے۔ عدالتی نظام کو مزید مضبوط کیا جائے تاکہ خواتین اپنی مسائل کو حل کرنے کے لئے قانونی مدد حاصل کر سکیں۔ ثقافتی تبدیلی کے ذریعے، مردوں کی اور خواتین کی اہمیت کو برابری کی حوالہ دینا چاہیئے۔ تعلیمی اداروں میں انصافی اور جنسی برابری کی تشویش کی

جائے اور ثقافتی روایات کو جنسی برابری اور خواتین کے حقوق کی روشنی میں تبدیل کیا جائے۔ معاشی توانائی کی بہتری کے لئے، خواتین کو مزید معاشی اور تعلیمی مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ وہ اپنے خود کو محفوظ محسوس کریں اور اپنی فلاح کے لئے کام کر سکیں۔ معاشی توانائی کی بہتری سے خواتین اپنے حقوق کی حفاظت کر سکیں اور اپنی زندگیوں کو مستقل بنا سکیں۔

مصادر و مراجع

---

[i] پنڈت ہرگوپال کول خستہ ، تاریخ کشمیر ،کتاب گھر دہلی، طبع اول 1877،حصہ اول ، ص 10

[ii] عنصر صابری ، تاریخ کشمیر ، گنج شکر پرنٹر اردو بازار لاہور ، طبع اول 1991، ص14

[iii] احمد ، شمس الدین ، ڈاکٹر، واقعات کشمیر ، غلام نومحمد تاجران کتب مہاراج زنبیر گنج بازارسرینگر،طبع اول 1936، ص 80

[iv] بزاز ، پنڈت پریم ناتھ ، آزاد کشمیر ، فیروز سننز پبلیشر ، طبع اول 1952، ص 165

[v] حسرت ، چراغ حسن ، کشمیر ، فیصل کتب خانہ ، اردو بازار لا ہور ، طبع اول 1952، ص 6

[vi] G.Jacoby & Ghazala Mansur, Watta Satta: Bride Exchange and Women’s Welfare in Rural Pakistan. 1, World Bank Policy Research Working Paper 4126, February 2007

[vii] صاوی ، احمد بن محمد الخلوتی ، **بلغة السالک لاقرب المسالک**، ،دار المعارف، مصر ، ج 2، ص 446

[viii] (2021 SCMR 179)

[ix] النساء :19:4

[x] Great Britain, (2007). Foreign and Commonwealth office, Human Rights, Annual Report, P:85

[xi] ابن عابدین الشامی، محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین دمشقی، **رد المحتار علی الدرالمختار**، بیروت، لبنان، دار الفکر للطباعة والنشر ،(2000ء) ،ج3،ص59

[xii] شیبانی، ابوعبداللہ محمد بن الحسن ، **کتاب الآثار**، بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیہ 1993ء، ص95

[xiii] ابن العربی، ابوبکر محمد بن عبداللہ ، احکام القرآن،دارالکتب العلمیہ بیروت ، ص321

[xiv] https://www.bbc.com/urdu/regional-55693892

[xv] **بشری ناہید خواتین کے مسائل اور حل (موجودہ حالات کے تناظر میں)ناشر ۔ گلو بل لائٹ پبلشر ۔ اورنگ آباد مہاراشٹر، ص :30**

[xvi] حافظ ضیاء الدین، عورت قبل از اسلام وبعد از اسلام، ص 48-49،راحت ایجوکیشن کراچی-2006م